محرم الحرام
شرعی حیثیت اور احکامات

مفتی راشد ڈسکوی

نئے ہجری سال کی ابتداء

”زمانہ“ مدینہ منورہ کے طرف ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک ایک ہزار اور چار سو چھتیس سال کا سفر طے کر چکا ہے، چودہ سو سینتیسواں سال شروع ہو چکا ہے، محرم الحرام اسلامی تقویم ہجری کا پہلا مہینہ ہے، کتنے ہی پڑھے لکھے، دین دار لوگ ایسے ہیں، جنہیں اسلامی تقویم کا علم ہی نہیں، ان سے اسلامی مہینوں کے نام معلوم کر لیں وہ آپ کو نہیں سنا سکیں گے، ان سے روزانہ کی اسلامی تاریخ معلوم کی جائے تو وہ نہیں بتلا پائیں گے، جب کہ اس کے بر خلاف شمسی تقویم، اس کے مہینوں کے نام اور تاریخ ہر کسی کو معلوم ہوتی ہے۔ کسی بھی دن کسی سے بھی پوچھ لیں کہ آج کیا تاریخ ہے تو فورا بتا دیں گے، جب شمسی سال کے پہلے مہینے جنوری کی ابتدا ہوتی ہے تو ”نیو ائیر نائٹ“ پر وہ خوشیاں بھی مناتے ہیں، خوب ہلّہ گلّہ کرتے ہیں، گویا اس طریقے سے وہ نئے سال کا آغاز کرتے ہیں؛ اس مقام پر ہم نے غور و فکر یہ کرنا ہے کہ ”نیو ائیر“ کی اس طرز پر ابتدا ہم نے کہاں سے لی؟! ہمارے لیے تو ”نیو ائیر“ کی ابتدا محرم الحرام کے بابرکت مہینہ سے شروع ہوتی ہے اور چوں کہ ہم مسلمان زندگی گزارنے کے طور طریقوں کے معاملے میں مستقل ایک کامل تہذیب کے مالک ہیں، اس لیے ہمارا اپنی زندگی کی راہ و رسم میں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھکاری پن اختیار کرنا مسلمان کی مسلمانیت کے خلاف ہے، ہمیں کسی کے در پر جھکنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم تو خود ساری دنیا کو تہذیب و شائستگی کے آداب و طریقے سکھانے والے ہیں۔

نئے مہینے کے استقبال کا اسلامی طریقہ

تو ”نئے سال“ کی ابتدا ہو یا ”نئے مہینے“ کی، شریعت میں جب بھی یہ (”نئے سال“ یا ”نئے مہینے“ کا) لفظ بولا جائے گا اس سے مراد اسلامی مہینہ ہی ہو گا، نہ کہ شمسی مہینہ، چناں چہ اس مہینے کی ابتدا کا مسنون طریقہ شریعت کی طرف سے صرف یہ سامنے آتا ہے کہ مہینے کے اختتام پر نئے مہینے کے چاند کو دیکھنے کا اہتمام کیا جائے، یہ عمل مسنون ہے اور جب چاند نظر آ جائے تو نیا چاند دیکھنے کی دعا بھی پڑھی جائے، یہ بھی مسنون ہے، اس مسنون طریقے کے ہی اپنانے میں اور دعاؤں کا اہتمام کرنے میں برکت، حفاظت اور ثواب ہے، ہمیں فضول قسم کی رسومات اور خرافات سے بچتے ہوئے اسی کا اہتمام کر کے سچے مسلمان اور محب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا ثبوت دینا چاہیے؛ امام ابن السنی نے مہینہ کی ابتدا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و عادت شریفہ کا یوں ذکر فرمایا ہے:

”إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا رأى الهلال قال: ”اللهم اجعله هلال يمنٍ وبركةٍ“. (عمل اليوم والليلة لابن السني، ص:596، رقم الحديث:641، مكتبة الشيخ، كراتشي)

ترجمہ: حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی رات کے چاند کو دیکھتے تو یوں دعا مانگتے: اے اللہ! ہمارے لیے اس چاند کو خیر و برکت والا بنا دے۔

نیا چاند دیکھتے وقت کی مسنون دعا

ایک دوسری روایت میں اس وقت یہ دعا پڑھنے کا ذکر ہے:

”اللهم أَهِلَّه علينا باليُمْنِ والإِيْمَانِ والسَّلامَةِ والإِسلامِ، ربِّيْ وربُّكَ اللّٰه“. (مسند أحمد بن حنبل، مسند أبي محمد طلحه بن عبيد الله، رقم الحديث: 1397، 179/2، دار الحديث، القاهرة)

ترجمہ: اے اللہ! اس پہلی رات کے چاند کو امن و سلامتی اور ایمان و اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما، (اے چاند!) میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ہمیں بھی مہینے کی ابتدا اُسی طرح کرنی چاہیے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا؛ تاکہ برکتیں اور رحمتیں حاصل ہوں؛ چہ جائیکہ! ہم رسوم و بدعات اور نوحہ خوانی سے ابتدا کریں۔

اسلامی کیلنڈر استعمال کرنے کی اہمیت

دوسری بات یہ کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلامی تقویم ہجری کے استعمال کی عادت ڈالیں، اپنے روزمرہ کے استعمال میں اس تقویم کو سامنے رکھیں، اگرچہ! دوسری تقویمات، تاریخوں اور کلینڈروں کا استعمال گناہ نہیں ہے، شرعاً اس کے اختیار کرنے میں بھی ممانعت نہیں ہے، لیکن شمسی تقویم کا ایسا استعمال کہ ہم اسلامی تقویم کو بالکلیہ بھلا ہی بیٹھیں، یہ کسی طرح درست نہیں، اس لیے کہ اسلامی تقویم ہجری کی حفاظت بھی مسلمانوں کا فرض ہے اور اس کے استعمال میں ثواب ہے، جس سے محروم نہیں ہونا چاہیے، نیز! اپنی شناخت اور اپنے امتیاز کو باقی رکھنا بھی ایک غیرت مند مسلمان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس معاملے میں اس کی بہتر شکل یہ ہے کہ ہم قمری تاریخ کے استعمال کو ترجیحی بنیادوں پر دوسری تقویم کے مقابلے میں استعمال کریں، خدا نخواستہ اگر سب مسلمان اسلامی تقویم ہجری کو چھوڑ بیٹھیں اور بھلا دیں تو سب کے سب اللہ کے مجرم ٹھہریں گے، اس لیے کہ اسلام کی بہت ساری عبادات کا تعلق و ربط اسی تقویم کے ساتھ ہے، حضرت حکیم الأمت رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”بیان القرآن“ میں رقمطراز ہیں:

”...البتہ چوں کہ احکام شرعیہ کا مدار حسابِ قمری پر ہے، اس لیے اس کی حفاظت ”فرض علی الکفایہ“ ہے، پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالیوے، جس سے حسابِ قمری ضائع ہو جاوے؛ (تو) سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے؛ لیکن خلافِ سنتِ سلف ضرور ہے اور حسابِ قمری کا برتنا بوجہ اُس کے فرض کفایہ ہونے کے لابدّاً افضل و احسن ہے“۔ (بیان القرآن، سورۃ التوبۃ: 36، 131/3، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اسلامی سال کے اس پہلے مہینے کی اللہ کے ہاں بڑی قدر ہے، یہ عظمت والے مہینوں میں سے ہے، تاریخی روایات کے مطابق اس مہینے میں بہت سے عظیم الشان واقعات پیش آئے، احکامات کے اعتبار سے صحیح اور مستند احادیث سے جو امور سامنے آتے ہیں وہ صرف دو ہیں:

ماہِ محرم الحرام میں پہلا حکم

اس ماہِ مبارک میں مطلقاً کسی بھی دن روزہ رکھنا رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ شمار ہوتا ہے، نیز! نو اور دس محرم یا دس اور گیارہ محرم کا روزہ رکھنا اور بھی زیادہ فضیلت کی چیز ہے، چناں چہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے:

”افضل الصّيام بعد رمضان، شهر الله المحرم، وافضل الصّلاة بعد الفريضة صلوة الليل“. (صحيح مسلم، كتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم، رقم الحديث: 202)

ترجمہ: رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل اللہ کے مہینہ محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد) ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
"حين صام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء، وأمر بصيامه، قالوا: يا رسول الله! إنه يوم تُعظِّمه اليهود والنصارى؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صُمنا اليوم التاسع، قال: فلم يأت العام المقبل، حتى توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم". (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب: أي يوم يصام في عاشوراء؟، رقم الحديث: 1134، 797/2، دار الكتب العلمية)

ترجمہ: "جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن خود روزہ رکھا اور حضرات صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا؛ تو اس پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول! اس دن کی تو یہود و نصاری بھی تعظیم کرتے ہیں؟ (غالباً یہ عرض کرنا مقصود ہو گا کہ روزہ رکھ کر تو ہم نے بھی اس دن کی تعظیم کی، گویا ہم ایک عمل میں ان کی مشابہت اختیار کرنے لگے)، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر اللہ نے چاہا تو اگلے سال ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے"۔ (اس طرح سے مشابہت کا شبہ باقی نہیں رہے گا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

اسی وجہ سے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ صرف عاشوراء کا روزہ نہ رکھا جائے، بلکہ اس کے ساتھ 9 یا 11 محرم کا روزہ بھی ملا لیا جائے؛ تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت سے بچ سکیں، اس نبوی تعلیم سے یہ بات سمجھ لینا چنداں مشکل نہیں کہ کسی کارِ خیر میں بھی یہود سے مشابہت یا موافقت کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا؛ چہ جائیکہ ! دوسری عادات یا معاملات میں ان سے مشابہت کو قبول کر لیا جائے!

صحیح مسلم کی ہی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش بھی زمانہ جاہلیت میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے،
"عن عائشة رضي الله عنها قالت: كانت قريش تصوم عاشوراء في الجاهلية، وكان رسول الله ايصومه، فلما هاجر إلى المدينة صامه، وأمر بصيامه، فلما فرض شهر رمضان، قال: من شاء صامه، ومن شاء تركه". (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صوم عاشوراء، رقم الحديث: 1125، 792/2، دار الكتب العلمية)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے، جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، تو وہاں بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، پھر جب ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کی فرضیت کا حکم آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اختیار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے، جو چاہے نہ رکھے"۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے قبل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی عادت شریفہ روزہ رکھنے کی تھی اور ہجرت کے بعد دوسروں کو بھی تاکید فرمائی تھی۔

ماہِ محرم الحرام میں دوسرا حکم

عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے یا کسی بھی اعتبار سے وسعت کرنا، اس کی خاص فضیلت وارد ہے؛ چناں چہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابو سعید الخدری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"من وسّع على عياله في يوم عاشوراء، وسع الله عليه السنة كلها". (شعب الإيمان للبيهقي، كتاب الصيام، صوم التاسع والعاشر: 365/3)

ترجمہ: جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں وسعت وفراخی کرے گا، اللہ تعالی سارا سال اس پر (رزق) میں وسعت فرمائے گا۔

اگرچہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر کلام ہے؛ مگر محدثین کی تصریحات کے مطابق ایسی روایات جو مختلف طرق سے مروی ہوں، ان کی مختلف اسناد کی وجہ سے ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے؛ اس لیے اس کو فضائل میں بیان کرنے پر کوئی بڑا اشکال باقی نہیں رہتا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس مضمون کی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"هذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة، فهي إذا ضم بعضها إلى بعض، اخذت قوة. والله أعلم". (شعب الإيمان للبيهقي، كتاب الصيام، صوم التاسع والعاشر: 365/3)

یعنی: اگرچہ ان روایات کی سندوں میں ضعف ہے، لیکن ان میں مجموعی طور پر اتنی بات ضرور پائی جاتی ہے کہ ان اسانید کو ملالیا جائے تو قوت کی شکل بن جاتی ہے۔

علامہ سخاوی نے اپنی کتاب "المقاصد الحسنۃ" میں اسی بات کو اختیار کیا ہے۔ (المقاصد الحسنۃ في بیان کثیر من الأحادیث المشتہرۃ علی الألسنۃ، حرف المیم، رقم الحدیث: 1191، ص: 494)

ماہِ محرم سے متعلق دو موضوع احادیث

اس ماہِ مبارک میں کچھ موضوع اور منگھڑت روایات بھی علی الاعلان بیان کی جاتی ہیں اور ان کا خوب چرچا کیا جاتا ہے، حالاں کہ احادیث نبویہ صاحبہا الف تحیہ میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، بہت بڑا جرم ہے، ایسے شخص کے لیے جہنم کی وعید ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من كذب عليّ متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار". (المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحاديث المشتمرة على الألسنة، باب: تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: 3، 10/1، دار الكتب العلمية)

ترجمہ: "جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔

اس لیے اس "جرم" کے ارتکاب سے باز رہنا بہت ضروری ہے، ان منگھڑت روایات میں سے ایک یہ ہے:

"مامن عبد يبكي يوم قتل الحسين، إلا كان يوم القيامة مع أولى العزم من الرسل". (عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: 596، رقم الحديث: 641، مكتبة الشيخ، كراتشي)

ترجمہ: "جو شخص بھی شہادت حسین کے دن (ان کے غم میں) روئے گا، قیامت کے دن وہ اولوالعزم رسولوں کے ساتھ ہوگا"۔

اور ایک دوسری روایت یہ ہے:

"من صام تسعة أيام من أول المحرم بنى الله له قبة في الهواء، ميلا في ميل، لها أربعة أبواب". (عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: 596، رقم الحديث: 641، مكتبة الشيخ، كراتشي)

ترجمہ: "جس نے پہلی محرم سے نو دن کے روزے رکھے، اللہ اس کے لیے ہوا میں ایک خیمہ بنائیں گے، جو ایک میل چوڑا اور ایک میل لمبا ہوگا اور اس کے چار دروازے ہوں گے"۔

واضح رہے کہ ان جیسی روایات کو بیان کرنا یاان پر یقین کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، اس لیے ان اور ان جیسی بہت سی روایات اور باتیں جو محرم الحرام کے آتے ہی عام کی جاتی ہیں جن کی کوئی فنی شہادت اور ثبوت نہیں ہوتا، ان سے پورے اہتمام سے بچا جائے۔

محرم الحرام میں سوگ کرنے کا حکم

ایک اور چیز جس کا رواج عام طور پر بہت زیادہ ہو چکا ہے کہ یہ مہینہ غم کا مہینہ ہے، اس مہینے میں خوشی نہیں منانی چاہیے، کیوں؟! اس لیے کہ اس مہینے میں نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے چھوٹوں اور بڑوں کو ظالمانہ طور پر نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا، ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لیے غم منانا، سوگ کرنا اور ہر خوشی والے کام سے گریز کرنا ضروری ہے، سوچنا تو یہ ہے کہ ہمیں اس بارے میں شریعت کی طرف سے کیا راہ نمائی ملتی ہے؟؟!! اور ''شہادت'' کا مرتبہ خوشی کا ہے یا غم اور سوگ کا؟!! تعلیماتِ نبویہ علی صاحبہا الف تحیہ سے تو یہ سبق ملتا ہے کہ شہادت کا حصول تو بے انتہا سعادت کی بات ہے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا شوق شہادت

یہی وجہ تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مستقل حصولِ شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے، (صحیح البخاری، کتاب فضائل مدینہ، باب کراہیۃ النبیصلی اللہ علیہ وسلم أن تعری المدینۃ، رقم الحدیث: 1890، 23/3، دار طوق النجاۃ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شوق شہادت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنہیں بارگاہِ رسالت سے سیف اللہ کا خطاب ملا تھا، وہ ساری زندگی شہادت کے حصول کی تڑپ لیے ہوئے قتال فی سبیل اللہ میں مصروف رہے، لیکن اللہ کی شان انہیں شہادت نہ مل سکی، تو جب ان کی وفات کا وقت آیا تو پھوٹ پھوٹ کے رو پڑے کہ میں آج بستر پر پڑا ہوا اونٹ کے مرنے کی طرح اپنی موت کا منتظر ہوں۔ (البدایہ والنھایہ، سنۃ احدی وعشرین، ذکر من توفی احدی وعشرین: 114/7، مکتبۃ المعارف، بیروت)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق شہادت

شہادت تو ایسی عظیم سعادت اور دولت ہے، جس کی تمنا خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے کی اور امت کو بھی اس کی ترغیب دی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں، پھر شہید کر دیا جاؤں، (پھر مجھے زندہ کر دیا جائے) پھر میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، (پھر مجھے زندہ کر دیا جائے) پھر میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور پھر شہید کر دیا جاؤں''۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب: فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، رقم الحدیث: 4967)

الغرض یہاں تو صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ شہادت تو ایسی نعمت ہے جس کے حصول کی شدت سے تمنا کی جاتی تھی، یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر افسوس اور غم منایا جائے، اگر اس عمل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہمیں بتلایا جائے کہ پورے سال کا ایسا کون سا دن ہے جس میں کسی نہ کسی صحابیٔ رسول کی شہادت نہ ہوئی ہو، کتب تاریخ اور سیر کو دیکھ لیا جائے، ہر دن میں کسی نہ کسی کی شہادت مل جائے گی، جس کا مقتضی یہ ہے کہ اس دن کو اظہارِ غم اور افسوس بنایا جائے، نیز! اس بات کو بھی دیکھا جائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی تو کوئی عظیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبوب شخصیات کو شہادت ملی، لیکن کیا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی شہادت کے دن کو بطور یادگار کے منایا؟!! نہیں؛ بالکل نہیں، تو پھر کیا ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ غم محسوس کرنے والے ہیں؟؟!! خدارا! ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور اس قسم کی رسومات و اعمال سے بچنے کی مکمل کوشش کریں۔

شرعاً سوگ کرنے کا حکم

شرعاً سوگ کرنے کی صرف چند صورتیں ہیں اور وہ بھی عورتوں کے لیے: مطلقہ بائنہ کے لیے صرف زمانہ عدت میں۔ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے، اس کے لیے صرف زمانہ عدت میں۔ کسی قریبی رشتے دار کی وفات پر صرف تین دن۔ اس کے علاوہ کسی بھی موقعہ پر عورت کے لیے سوگ کرنا جائز نہیں ہے اور سوگ کا مطلب یا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس عرصہ میں زیب و زینت اور بناؤ سنگھار نہ کرے، زینت کی کسی بھی صورت کو اختیار نہ کرے، مثلا: خوش بو لگانا، سرمہ لگانا، مہندی لگانا اور رنگ برنگے خوش نما کپڑے وغیرہ پہننا، اس کے علاوہ کوئی صورت اپنانا، مثلاً: اظہارِ غم کے لیے سیاہ لباس پہننا یا بلند آواز سے آہ و بکا اور سیاہ لباس وغیرہ پہننا جائز نہیں۔ نیز! مردوں کے لیے تو کسی صورت میں سوگ کی اجازت نہیں ہے تو پھر محرم الحرام کے شروع ہوتے ہی سوگ اور ماتم کیا معنی رکھتا ہے؟!!

محرم الحرام میں شادی کرنے کا حکم

اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق اس ماہِ مبارک میں سوگ کرنا بالکلیہ بے اصل اور دین کے نام پر دین میں زیادتی ہے، جس کا ترک لازم ہے، لہٰذا جب سوگ جائز نہیں ہے تو پھر شرعاً اس مہینے میں شادی کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے، بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی اسی ماہِ مبارک میں ہوئی، (ملاحظہ ہو: تاریخ مدینة دمشق لابن عساکر، باب ذکر بنیہ وبناته علیہ الصلاة والسلام وأزواجه: 128/3، دار الفکر، تاریخ الرسل والملوک للطبري، ذکر ما کان من الأمور في السنة الثانیة، غزوة ذات العشیرة، 410/2، دار المعارف بمصر)

اس مہینے میں شادی نہ ہونے کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اس مہینے میں نحوست ہے، جب کہ شرعاً یہ بات بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی دن یا زمانے میں کسی قسم کی نحوست نہیں رکھی گئی۔ اکابرین مفتیانِ عظام کے فتاوی میں اس کی تصریحات موجود ہیں، ذیل میں فتاوی رحیمیہ سے اسی مسئلے کا جواب نقل کیا جاتا ہے:

(الجواب): ماہ محرم کو ماتم اور سوگ کا مہینہ قرار دینا جائز نہیں، حدیث میں ہے کہ عورتوں کو ان کے خویش و اقارب کی وفات پر تین دن ماتم اور سوگ کرنے کی اجازت ہے اور اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ منانا ضروری ہے، دوسرا کسی کی وفات پر تین دن سے زائد سوگ منانا جائز نہیں، حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الآخر أن تحد علی میت فوق ثلث لیال إلا علی زوج أربعة أشهر وعشراً".

ترجمہ: "جو عورت خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے، اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی کی موت پر تین رات سے زیادہ سوگ کرے، مگر شوہر اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرے"۔ (بخاري، باب: تحد المتوفی عنها أربعة أشهر وعشراً الخ، ص: 803، ج: 2، پ: 22)، (صحیح مسلم، باب: وجوب الاحداد في عدة الوفاة، الخ، ص: 496، ج: 1)، (مشکوة، باب العدة، الفصل الأول، ص: 288)

ماہ مبارک محرم میں شادی وغیرہ کرنے کو نامبارک اور ناجائز سمجھنا اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے، اسلام میں جن چیزوں کو حلال اور جائز قرار دیا گیا ہو، اعتقادا یا عملا ان کو ناجائز اور حرام سمجھنے میں ایمان کا خطرہ ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ پوری احتیاط برتیں، ان رسومات سے علیحدہ رہیں، ان میں شرکت نہ کریں۔

''مالابدمنہ'' میں ہے: ''مسلم راشبہ بہ کفار وفساق حرام است''یعنی: مسلمانوں کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنی حرام ہے۔(ص:131)

ماہ مبارک میں شادی وغیرہ کے بارے میں دیوبندی اور بریلوی علماء میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ پڑھیے:

(سوال) بعض سنی جماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر میں روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔ ماہِ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے، اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔(احکام شریعت، ص:90، ج:1) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاوی رحیمیہ، کتاب البدعۃ والسنۃ، ماہ محرم میں شادی کرے یا نہیں؟ 115/2، دارالاشاعت، کراچی)

اسی طرح فتاوی حقانیہ (کتاب البدعۃ والرسوم، محرم الحرام میں شادی کرنے کا حکم؟ 96/2، جامعہ حقانیہ، اکوڑہ خٹک) میں بھی موجود ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کے منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین!